غزوۂ بنی نضیر
سبب اور زمانے کی تعیین
(۴)

از مولانا ڈاکٹر ظفر احمد صاحب صدیقی

علی بن برہان الدین الحلبی (ف ۱۰۴۴ھ) مصنف "السیرۃ الحلبیہ" رقم طراز ہیں:

كانت تلك الغزاة فى ربيع الأول اى من السنة الرابعة، وقيل كانت قبل وقعة أحد، قال ابن كثير والصواب إيرادها بعد أحد، كما ذكر ذلك ابن اسحاق وغيره من ائمة المغازى[1]

یہ غزوہ ربیع الاول میں پیش آیا یعنی ۴ھ کے ربیع الاول میں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ غزوۂ احد سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ درست یہی ہے کہ اسے غزوۂ احد کے بعد رکھا جائے، جیسا کہ ابن اسحاق اور دوسرے اہل مغازی نے کیا ہے۔

---

[1] علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی، السیرۃ الحلبیہ، مطبعہ ازہریہ، طبع اول ۱۳۲۰ھ، ۲/۲۶۷

سید احمد بن زینی دحلان (ف ۱۳۰۴ھ) مصنف "السیرۃ النبویۃ" لکھتے ہیں:

واختلف اهل السیر فی السنة التی کان فیها، فذهب الزهری وجماعة، وجری علیه البخاری انها کانت بعد غزوة بدر وقبل أحد، وذهب ابن اسحاق إلی أنها کانت بعد بئر معونة ورجح المحققون من الحفاظ قوله[1]

غزوۂ بنی نضیر کے سنہ وقوع کے سلسلے میں اہل سیر میں اختلاف ہے۔ امام زہری اور ایک جماعت کی رائے ہے اور یہی امام بخاری کا بھی مسلک ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے بعد اور غزوۂ احد سے پہلے پیش آیا۔ ابن اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ بیئر معونۃ کے بعد کا واقعہ ہے اور اہل تحقیق محدثین نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے۔

لیکن اگر دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کر دیا جائے کہ امام زہری کی روایت میں غزوۂ بنی نضیر سے مراد، وہ محاصرہ ہے جو بنو نضیر کی جانب سے پہلی بار سازش قتل کے بعد عمل میں آیا تھا اور جس کی تفصیلات عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کی روایت میں مذکور ہیں۔ اس کے برخلاف ابن اسحاق وغیرہ کی روایت میں غزوۂ بنی نضیر سے مراد ان کا وہ محاصرہ ہے، جو دوسری بار سازش قتل کے بعد ظہور میں آیا اور جس کے بعد وہ جلا وطن بھی کر دیے گئے۔ اول الذکر کا زمانہ غزوۂ بدر کے بعد ہے اور ثانی الذکر کا غزوۂ احد کے بعد، تو دونوں روایتوں کا تعارض بھی رفع ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے غزوۂ بنی نضیر سے متعلق اپنے مضمون میں ایک اشکال کے پیش نظر ابن اسحاق کی روایت میں سہو کتابت کا احتمال ظاہر فرمایا ہے۔ مناسب

---

[1] سید احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ، طبع مصر، سنہ ندارد، ۱/۲۹۳۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس سے بھی کسی قدر بحث کی جائے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنا اشکال ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے:

"ابن اسحاق کی اس روایت کو تقریبًا سارے ہی متاخرین دہراتے رہے ہیں۔ مجھے بچپن سے اس سے کھٹک رہی۔ ایک بار ہمارے ملک کے سب سے بڑے سوانح نگار نبوی (مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم) حیدر آباد دکن آئے تو میں نے ان سے طالب علمانہ پوچھا تھا کہ قاتل جب مسلمان تھا، تو یہودیوں پر خوں بہا کی کیوں ذمہ داری ہونی چاہیے؟ زیادہ سوچے بغیر فرمایا "نہیں جی! وہ ذمہ دار تھے۔" پھر اوروں سے گفتگو میں مشغول ہو گئے اور بات رہ گئی۔"[1]

ڈاکٹر صاحب نے آگے چل کر یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ ابن اسحاق کے بجائے عبدالرزاق کی روایت میں پیش کردہ سازش کے واقعے کو بنو نضیر کی جلاوطنی کا سبب قرار دیا جائے تو متذکرہ بالا اشکال سے بچا جاسکتا ہے۔ پھر موصوف نے ابن اسحاق کی روایت کی ان الفاظ میں توجیہہ فرمائی ہے:

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن اسحاق کی کتاب المغازی کو نقل کرتے وقت کاتب سے سہو ہوئی اور یا تو چند سطریں یا پورا ایک ورق چھوٹ گیا اور نظر اُچٹنے سے دو قصے مدغم ہو گئے۔ یہ بہت قدیم زمانے میں پیش آیا اور بعد کو تحقیق کا کسی کو خیال نہ آیا۔"[2]

---

[1] ڈاکٹر محمد حمیداللہ، غزوہ بنی نضیر کا اصل باعث، ماہ نامہ "جامعۃ الرشاد" اعظم گڈھ، شمارہ جنوری و فروری ۱۹۸۲ء۔

[2] ایضًا۔

راقم حروف عرض پرداز ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سیرت نبوی کے نامور محققین میں شمار کیے جاتے ہیں اور سیرت کے مباحث سے متعلق موصوف کی رائیں سند کی حیثیت رکھتی ہیں، لہذا ہم مبتدیوں کے لئے ان کے مقابل لب کشائی مناسب نہیں ہے، لیکن ہم ان سے درخواست کرسکتے ہیں کہ معروضاتِ ذیل کی روشنی میں موصوف اپنی رائے پر نظرثانی فرمائیں۔

(الف) ڈاکٹر صاحب نے اپنے اشکال کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ "قاتل جب مسلمان تھا تو یہودیوں پر خوں بہا کی ذمے داری کیوں ہونی چاہیئے ؟" یہ اشکال اس صورت میں زیادہ قابل توجہ ہوتا، جب کہ یہودیوں پر فی الواقع خوں بہا کی ذمے داری عائد کی گئی ہوتی، لیکن ابن اسحاق یا دوسرے اہل مغازی کی روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں، جس سے یہود پر ذمے داری ڈالنے کا مفہوم مستفاد ہوتا ہو، کیونکہ روایات میں تو بالعموم "یستعینھم" کے الفاظ آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ "استعانت" یعنی مدد طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ذیل کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

"یستعینھم فی دیۃ ذینک القتیلین" (ابن اسحاق)

"یستعین فی دیتھما" (واقدی)

"یستعینھم فی دیۃ العامریین" (طبری)

"یستعینھم فی عقل الکلابیین" (ابونعیم)

"یستعین بھم فی قتیلی عمرو بن أمیۃ" (ابن حجر)

البتہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس معاملہ میں تعاون کے لئے بنی نضیر ہی کا انتخاب کیوں کیا گیا ؟ تو اس کا جواب ابن اسحاق اور واقدی دونوں کے یہاں موجود ہے اور وہ یہ کہ قبیلۂ بنو عامر جسے دیت کی یہ رقم ملنی تھی اور قبیلۂ بنی نضیر جن سے

یہ معاہدہ کی گئی تھی، آپس میں ایک دوسرے کے حلیف و معاہد تھے۔ لہٰذا اس حلقے پر بنی نضیر کا مسلمانوں سے تعاون درحقیقت اپنے حلیف قبیلے ہی کا تعاون تھا۔

چنانچہ ابن اسحاق کے الفاظ یہ ہیں:

"وکان بین بنی النضیر و بین بنی عامر عقد وحلف"	(بنونضیر اور بنو عامر ایک دوسرے کے حلیف و معاہد تھے۔)

اسی طرح واقدی نے لکھا ہے:

"وکانت بنو النضیر حلفاء لبنی عامر"	(بنونضیر، بنوعامر کے حلیف تھے)

ابن اسحاق کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

(وکان بین بنی النضیر و بین بنی عامر عقد وحلف) بکسر الحاء و سکون اللام، قال شیخنا: ولعل سؤاله لسهولة الاعطاء علیهم لکون المدفوع لهم من حلفاءهم اذ لو کانوا اعداءً لشق علیهم الاعطاء[1]	(ابن اسحاق کی عبارت) "وکان بین... الخ" میں لفظ "حِلْف" بہ کسرِ حاء اور سکونِ لام ہے۔ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ غالباً بنونضیر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کے لئے دینا سہل تھا، کیونکہ جن لوگوں کو دیت کی یہ رقم دی جانی تھی، وہ ان کے حلیف تھے۔ البتہ وہ اگر ان کے دشمن ہوتے تو کچھ دینا اُن پر شاق گذرتا۔

(ب) ڈاکٹر صاحب موصوف نے ابن اسحاق کی روایت میں سہوِ کتابت کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے، شواہد قرائن سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس لئے

---

[1] زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۲/۹۲۔

کہ غزوۂ بنی نضیر کے سلسلے میں "سیرت ابن اسحاق" کی اصل عبارت کی کم ازکم تین نقلیں ہمارے سامنے موجود ہیں جو ابن اسحاق کے تین شاگردوں سے مروی ہیں:

(۱) زیاد بن عبداللہ البکائی الکوفی (ف ۱۸۳ ھ) کی روایت
(بحوالہ "السیرۃ النبویۃ"[1] لابن ہشام)

(۲) سلمۃ بن الفضل الابرش (ف ۱۹۱ھ) کی روایت
بحوالہ "تاریخ الامم والملوک"[2] لابن جریر الطبری

(۳) یونس بن بکیر البصری (ف ۱۹۹ھ) کی روایت
(بحوالہ "الروض الأنف"[3] للسہیلی)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان تینوں کے یہاں غزوۂ بنی نضیر کا سیاق تقریباً یکساں ہے۔ اب یہ بات نہایت مستبعد معلوم ہوتی ہے کہ ان تینوں شاگردوں کے نسخوں میں بہ یک وقت سہوِ کتابت واقع ہوجائے اور کسی کو تحقیق کا خیال نہ آئے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ یہ حقیقت بھی پیش نظر ہو کہ بکائی نے ابن اسحاق سے ان کی "سیرۃ" کے سماع کا شرف مدینہ منورہ میں حاصل کیا اور یونس بن بکیر نے کوفے میں اور سلمۃ بن الفضل الابرش کو یہ سعادت بصرے میں نصیب ہوئی۔

(ج) خود ابن اسحاق نے "سیرۃ" میں اس واقعے کو کم ازکم تین جگہ بیان کیا ہے۔

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۱۹۰۔
[2] ابن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، دالفکر، بیروت ۳/۳۷۔
[3] عبدالرحمن السہیلی، الروض الانف۔

ایک جگہ تفصیلاً اور دو جگہ اجمالاً۔ تینوں بیانات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(۱) غزوۂ بنی نضیر کا مفصل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی بنی النضیر یستعینهم فی دیة ذینك القتیلین ... وأمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بإجلاء هم[1] ... الخ

(۲) اس کے بعد اس واقعے کی جانب اجمالاً اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقد حدثنی بعض آل یامین أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیامین[2] ... الخ۔

(۳) اس کے بعد غزوۂ ذات الرقاع کے ضمن میں آیت کریمہ... یا أیها الذین آمنوا اذکروا نعمة اللہ ... الخ کی شانِ نزول سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدثنی یزید بن رومان أنها إنما انزلت فی عمرو بن جحاش أخی بنی النضیر وما هم به[3]"

ان بیانات کو پیشِ نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان کی کتاب المغازی میں کسی مقام پر سہوِ کتابت ہوا ہوتا تو ان کے بیانات باہم متعارض ہوتے، حالانکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔

(د) ابن اسحاق (ف ۱۵۱ھ) کے بزرگ معاصرین میں موسیٰ بن عقبہ (ف ۱۴۱ھ) اور خورد سال معاصرین میں واقدی (ف ۲۰۷ھ) جیسے ممتاز اور معروف سیرت نگاروں نے بھی اپنی اپنی کتاب المغازی میں غزوۂ بنی نضیر کا وہی سبب بتلایا ہے، جو

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱۹۰/۲۔

[2] ایضاً، ۱۹۲/۲۔

[3] ایضاً، ۲۰۶/۲۔

ابن اسحاق کے یہاں مذکور ہے۔ اس سے بھی ان کی کتاب میں سہو کتابت کے احتمال کی نفی ہوتی ہے۔

(ختم)

خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان

از مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

ہندوستان میں ۱۱۵ سالہ عباسی دورِ خلافت کے غزوات وفتوحات اور اہم واقعات وحادثات، عباسی امراء وحکام کے ملکی وشہری انتظامات، عرب وہند کے درمیان گوناگوں تجارتی تعلقات، بحرِ بصرہ کے ماتحت بحری امن وامان کا پیام، ہندی علوم وفنون اور علمائے اسلامی اور علوم وفنون اور علمائے اسلام اور ہندی موالی وممالک وغیرہ مستقل عنوانات پر نہایت مفصل ومستند معلومات پیش کی گئی ہیں۔ نیز یہاں کے مسلموں اور غیر مسلموں کے عالم اسلام سے علمی و فکری اور تہذیبی وتمدنی روابط کی تفصیلات درج ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی خلفاء وامراء نے پہلی بار انسانوی ہندوستان کو دنیا کے سامنے حقیقی رنگ میں پیش کیا ہے۔

قیمت غیر مجلد چالیس روپے

مجلد عمدہ رنگین پچاس روپے

ملنے کا پتہ

ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد دہلی